تحریر: سہیل احمد لون

طاقت ایک توازن خود ہے

دوسری جنگ عظیم کے بعد ترک باشندوں نے جرمنی کی از سر نو تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے جرمنی میں اس وقت ترک باشندوں کی ایک کثیر تعداد آباد ہے۔ انہیں دوسرے غیر ملکیوں سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ جرمنی کا شاید ہی کوئی شہر یا قصبہ ایسا ہو جہاں ترکی باشندے آباد نہ ہوں۔ ہر علاقے میں ان کی مخصوص دکانوں کے ساتھ مسجد بھی ضرور ہوتی ہے۔ 2004ء میں برلن کی میولانا مسجد میں نماز جمعہ کے خطبے میں امام مسجد نے کہا کہ جرمن لوگ شراب پیتے اور خنزیر کھاتے ہیں، پاکی اور ناپاکی کا بھی خیال نہیں رکھتے جس کی وجہ سے ان سے بدبو آتی ہے۔امام مسجد کے ان الفاظ کو''توہین آمیز'' کلمات قرار دے کر گرفتار کیا گیا۔امام مسجد نے جرمن قوم سے معافی بھی مانگی مگر اسے جرمن قوم کی توہین کی پاداش میں ملک بدر کر دیا گیا۔امام مسجد نے 25 برس جرمنی میں گزارے تھے اور جرمن شہریت بھی رکھتا تھا اس کے باوجود اسے واپس ترکی بھیج دیا گیا۔ جرمنی میں مقیم ترک باشندوں کی کثیر تعداد کی حمایت کے باوجود ترک امام مسجد کے جرمنی آنے پر پابندی برقرار رکھی گئی۔ مسجد کی چار دیواری میں اظہار رائے کی جرات انہیں مہنگی پڑی۔ برطانوی پارلیمنٹ کے اہم رکن ایم پی اینڈریو مچل کو گزشتہ دنوں ڈاؤننگ سٹریٹ کے گیٹ سے بائیکل پر جانے پر خاتون پولیس آفیسر نے روکا جس پر ایم پی اینڈریو مچل نے لیڈی پولیس آفیسر کو''توہین آمیز'' کلمات سے نوازہ۔ اپنے رویے پر انہیں پولیس آفیسر سے معافی بھی مانگنا پڑی اور اب بھی ان پر استعفے کا دباؤ ہے۔ مغربی معاشرے میں اظہار رائے کی آزادی تو ہے مگر اس کو بنیاد بنا کر کوئی امام مسجد یا ممبر آف پارلیمنٹ کسی شخص، ادارے، ملک، قوم، مذہب، نسل کی توہین نہیں کر سکتا۔ سابق برطانوی وزیر اعظم کو بھی ایک معمر خاتون کی توہین کرنے پر اس عورت کے گھر جا کر معافی مانگنا پڑی۔ برطانوی فٹ بالر جان ٹیری کو بھی گراؤنڈ میں سیاہ فام کو توہین آمیز کلمات کہنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مہذب معاشرے میں مجرم کے ساتھ بھی توہین آمیز سلوک نہیں کیا جاتا۔ اسی معاشرے کا کوئی فرد اگر توہین رسالت کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے ''آزادی اظہار'' کے مورچے میں بیٹھا کر محفوظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جہاں سے وہ مذہبی دہشت گردی کے گولوں کی برسات میں مصروف رہتا ہے۔ انسانی حقوق کے علمبر داروں کا''اظہار رائے'' کی آڑ میں ایک مخصوص مذہب کے لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کا سلسلہ ہے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے مکروہ فلم بنانے پر بھرپور احتجاج کیا، پاکستان ریلوے کے منسٹر غلام احمد بلور نے ردعمل میں پریس کانفرس میں اس فلم کے بنانے والے کی دس پیٹی 10 (لاکھ ڈالر) کی سپاری کا اعلان کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سرکار دو عالم کے گستاخ کے سر قیمت کے بدلے تو یہ سارا زمین و آسمان دیا جا سکتا ہے۔ بلور کے اعلان کو سرکاری سطح پر کوئی پزیرائی نہ ہوئی۔ اے این پی اور مرکز نے اس کو بلور کا ذاتی بیان قرار دیا۔ اس اعلان کے بعد بلور طالبان کی ہٹ لسٹ سے نکل کر ان میں''ہٹ'' ہو گئے ہیں۔ ریلوے کا جو حال ہے اسے دیکھ کر آئندہ الیکشن میں بلور کی کامیابی پر سوالیہ نشان تھا، اس بات کا قوی امکان ہے سپاری کا اعلان آئندہ الیکشن میں ان کے لیے کامرانی کی نوید لے کر آئے۔ امریکہ سمیت مغربی ممالک میں اس اعلان کا بہت چرچا کیا گیا۔ سپاری کا اعلان اس وقت کیا گیا

جب صدر زرداری اقوام متحدہ کے اجلاس پر گئے ہوئے تھے۔ برطانوی حکام بلور پر برطانیہ آنے پر پابندی لگانے کا سوچ رہے ہیں، شکر ہے ابھی تک کسی نے بلور کو ان کے حوالے کرنے کا نہیں کہا ورنہ...... !امریکہ بہادر ملک میں داخلے پر پابندی لگانے کی بجائے ''دو دو ہاتھوں کرنے'' کا عادی ہے۔ عافیہ صدیقی اور ایمل کانسی کو امریکہ کے حوالے کر کے ہمارے قائدین نے وفاداری کا ثبوت تو دیا ہی تھا مگر رائمنڈ ڈیوس کو باعزت وباحفاظت امریکہ پہنچا کر امریکہ سے وفاداری کا ورلڈ کپ بھی جیت لیا۔ حالیہ دنوں برطانیہ میں عرصہ دراز سے مقیم مصری نژاد برٹش ابوحمزہ کو دہشت گردی کی مشکوک سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزام میں امریکہ کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ امریکی سپاہ اسامہ بن لادن کے اعلان بغاوت کو ''امریکہ کی توہین'' قرار دیا گیا جس پر امریکہ نے بن لادن کے سر کی قیمت مقرر کی۔ اگر امریکہ کسی کے سر کی قیمت مقرر کر سکتا ہے تو یہ روایت کوئی اور بھی دہرا سکتا ہے۔ دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر مذہب، فرقے، نسل، قوم کی عزت کی جائے۔ فرانس نے حجاب پر پابندی لگانے کا قانون صرف مسلمان طبقے کو ٹارگٹ کرنے کے لیے بنایا۔ جرمنی نے کم سنی میں ختنوں پر پابندی لگا کر بچے کے بڑے ہو کر اپنی مرضی سے ختنے کروانے کا قانون بنانے کی کوشش کی مگر وہاں مقیم یہودیوں کے ردعمل سے وہ یہ قانون بنانے سے قاصر رہے۔ اگر بات صرف مسلمانوں کی ہوتی تو شاید مسلمانوں کو اس سنت سے بھی محروم کر دیا جاتا۔ مٹھی بھر یہودیوں کا باہمی اتحاد، فہم ودانش، معاشی استحکام اور اعلیٰ تعلیمی معیار ہی ان کی طاقت کا سرچشمہ ہے۔ کوئی ہولوکاس پر بات نہیں کرتا مگر دین اسلام اور اس کے ماننے والوں کو آئے دن نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ عزت کرنا آسان ہوتا ہے مگر عزت کروانا مشکل، کام کرنا آسان کام لینا مشکل۔ جب تک ہم خود اپنی عزت نہیں کریں گے کوئی ہماری عزت کیسے کرے گا؟ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کو تو مانتے ہیں مگر ان کا حکم نہیں مانتے۔ آپس میں تفرقہ کرتے ہیں اور اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب والے ہماری اور ہمارے دین کی عزت کریں۔ ہماری مخالفت اور تذلیل میں وہ تو سب اکھٹے ہو جاتے ہیں مگر بدقسمتی سے ہم توہین رسول اللہؐ کے خلاف اکھٹے ہو کر آواز بلند بھی نہیں کر سکتے۔ جھاڑو سے گند صاف اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب تمام تنکے یکجا ہوں، بکھرے ہوئے تنکے تو خود ہی گندگی کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ اسلامی ممالک کے تمام سربراہان کو متحد ہو کر کوئی ٹھوس لائحہ عمل طے کرنا ہوگا تا کہ آئندہ ایسے واقعات پیش نہ آئیں۔ صدر زرداری نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں اپنے خطاب کے آغاز میں گستاخانہ فلم کی مذمت کی، وزیر خارجہ حنا ربانی کھر نے قرارداد پیش کی، غلام احمد بلور نے سپاری کا اعلان کر دیا، حکومت نے یوم عاشق رسول منایا، عوام نے سڑکوں پر نکل کر احتجاج کیا...... یہ سب وقتی اور عارضی تقاضے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مستقبل میں ایسا واقعہ پیش نہ آئے، خدانخواستہ اگر کوئی بدبخت ایسی ذلیل حرکت کرے تو اسے عبرت ناک سزا ملے تو اس کے لیے ہمیں اپنے آپ کو معاشی طور پر مضبوط، دفاعی لحاظ سے طاقتور، علمی میدان میں زمانے کے ہم آہنگ، سماجی طور پر مثالی، خودمختاری پر یقین، خودانحصاری پر بھروسہ، اتحاد میں پختہ، سچ بولنا ہمارا طرہ امتیاز اور سچے کا ساتھ بلا امتیاز دینا ہمارا نصب العین ہو تو ہم اتنے متوازن ہو جائیں گے کہ کسی زمینی خدا کے آگے سجدہ ریز ہونے کا نہیں سوچیں گے۔ یہ بھی دستور زمانہ ہے کہ طاقتور کی عزت کی جائے، چاہے وہ مجبوری میں ہی کیوں نہ ہو۔ جو ہاتھ امداد اور قرضہ لینے کے لیے پھیلائے جائیں وہ قرضہ اور امداد دینے والے کے گریبان تک نہیں پہنچ سکتے۔ بقول شاعر

چھوٹے چھوٹے زخم لگے تھے
جب ناسور ہوئے تو سوچا
طاقت ایک توازن خود ہے
جب معذور ہوئے تو سوچا

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن۔سرے
28-09-2012.
sohailloun@gmail.com